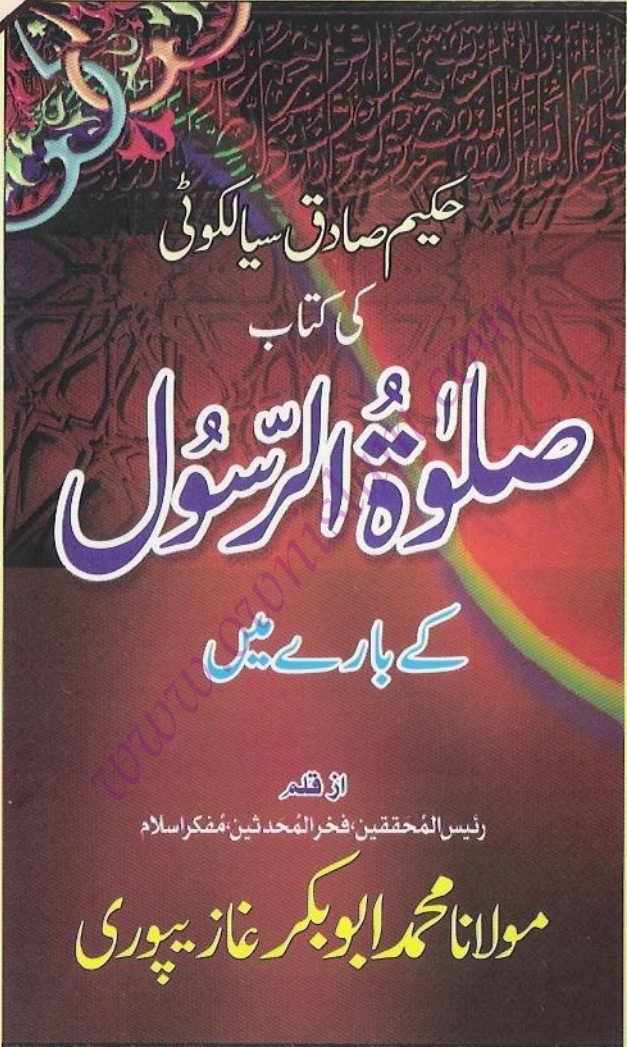




حکیم صادق سیالکوٹی
کی کتاب

صلوة الرسول

کے بارے میں

الزکوة

رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

ناشر: دار الفکر، لاہور

پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مشہور غیر مقلد عالم مولانا حکیم مہادیو سیالکوٹی کی دو کتابیں۔ سبیل الرسول اور صلوة الرسول کا غیر مقلدین ملحقہ میں بڑا چرچا رہتا ہے، ان دونوں کتابوں کی اس حلقہ میں پزیرائی کا عالم یہ ہے کہ ان کتابوں کو یہ حضرات مفت تقسیم کرتے ہیں۔

گزشتہ دو سال قبل میں نے سبیل الرسول کتاب کا مفصل جائزہ لیا تھا، اور میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر شائع ہوئی تھی، اور احمد رضا اس کتاب کو اللہ نے بڑی مقبولیت دی اور لوگوں نے مہادیو صاحب کی اس کتاب کی قیمت اور حقیقت معلوم کر لی۔

اس کے بعد ہی سے مختلف اجاب کا مسلسل تقاضا تھا کہ صلوة الرسول پر کبھی ایسی طرح کا ایک تبصرہ رسالہ کی شکل میں شائع ہو جائے، خاص طور پر میرے محب، قدیم اور رفیق درس مولانا ڈاکٹر منظور احمد صاحب قاسمی بھونڈی کا بار بار تقاضا ہوتا مگر میں اس کو ٹاٹا رہا۔ اس وجہ سے کہ سبیل الرسول پر تبصرہ ہو جانے کے بعد میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس لئے کہ دونوں کتابوں کے مضمون خصوصاً مسائل والے بیشتر مشترک ہی تھے۔ اور میں اپنی کتابیں سبیل الرسول پر ایک نظر میں ان کا جائزہ لے چکا تھا۔

بعض اجاب کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ کتاب سعودیہ میں بھی تقسیم کی جا رہی ہے تو ان کا اصرار پھر بڑھا کہ اس کتاب کے بارے میں بھی میری ایک تحریر شائع ہو جائے، اب مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی، اور صلوة الرسول کتاب کے بارے میں مجھے یہ کتابچہ مرتب کرنا پڑا۔ میں نے اس کتابچہ میں مسائل والے حصہ کو تقریباً نظر انداز کر دیا ہے، اس لئے کہ بیشتر مسائل پر میں اپنی پہلی کتاب میں گفتگو کر چکا ہوں۔ اب محاورے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

مجھے اس کتابچہ کو مرتب کرنے میں کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی اس وجہ سے کہ
صلوۃ الرسول کا محقق آڈیشن پاکستان کے بھی شائع ہوا ہے۔ غیر مقلدین ہی کی جماعت کے
عبدالرؤف نامی ایک صاحب نے اس کتاب کی حدیثوں کی تحقیق کی ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیق
میں حکیم مہادق سیالکوٹی کی جہالت و حماقت کو خوب خوب واضح کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ حکیم صاحب
کو علم حدیث سے قطعاً اس نہیں تھا، ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی
ضعیف۔ میں نے غیر مقلد محقق عبدالرؤف کی تحقیق سے فائدہ اٹھایا ہے، عبدالرؤف صاحب
نے مہادق صاحب کی صرف جہالت اور حماقت کو واضح کیا ہے اور میں نے حکیم صاحب کی خیانتوں
کی بھی نشاندہی کی ہے۔ اب قارئین کو اس کتاب میں حکیم صاحب کی پوری تصویر نظر آئے گی
یعنی حکیم صاحب اپنی اس کتاب میں جہالت، حماقت اور خیانت کے ساتھ جلوہ فرما رہے
ہوئے نظر آئیں گے۔ اور قارئین کو معلوم ہوگا کہ صلوۃ الرسول نامی کتاب قطعاً غیر معتبر
اور بے حیثیت کتاب ہے۔

اس سے نماز کا صحیح طریقہ ہرگز نہیں سیکھا جاسکتا، اور غیر مقلدین جس انداز میں
اس کتاب کی اہمیت ظاہر کرتے ہیں یہ صرف ان کا پروپیگنڈہ ہے۔

محمد ابوبکر غازی پوری

۸۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوۃ الرسول کے بار میں

خترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا غازی پوری صاحب زاد لطفہ
سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بندہ بخیر ہے، خدا کرے آپ کا مزاج ہر طرح بخیر ہو۔
آپ کی کتاب ”سبیل الرسول پر ایک نظر“ پڑھ کر شدید خواہش ہوئی کہ مولانا صادق سیالکوٹی
کی کتاب ”صلوۃ الرسول کے بار میں“ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ یہ کتاب غیر مقلدین مفت
تقسیم کر رہے ہیں۔

اے آر نظامی رائے پور

ناظم ! جب آپ کے مطالعہ ہے ”سبیل الرسول پر ایک نظر“ کتاب گزر چکی ہے تو اب
اس کے بعد صلوۃ الرسول پر کچھ تحریر کرنا مجتہد ہی ہے، صادق سیالکوٹی کے علم و فہم کا آپ نے
اندازہ لگا لیا ہوگا، مگر اتفاق یہ ہے کہ آپ کی طرح بعض دوسرے اجاب نے بھی اسی خواہش کا
اظہار کیا ہے، اور بعض اجاب نے بڑا اصرار بھی کیا ہے، اس لئے درج ذیل سطور حوالہ قرطاس ہیں۔
”صلوۃ الرسول“ کتاب جس کو غیر مقلدین مفت تقسیم کر رہے ہیں، اس کا ایک نمونہ
اور محقق ایڈیشن پاکستان سے بھی شائع ہوا تھا۔ عبدالودود نامی کسی غیر مقلد نے اس کی تحقیق کی

تھی اور پچاسوں سے زیادہ احادیث کے بارے میں اس نے فیصلہ کیا تھا کہ صلوٰۃ الرسول میں یہ ساری احادیث ضعیف ہیں (۱) بھلا ایسی کتاب جس میں ضعیف احادیث کی اتنی بھرمار ہو غیر مقلدین کے یہاں کیسے مقبول ہے، تعجب ہوتا ہے، جبکہ غیر مقلدین بزرع خود صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

ہم اپنی اس تحریر میں غیر مقلد عالم عبدالرؤف کی تحقیق سے فائدہ اٹھائیں گے تاکہ غیر مقلدین کو چون چوڑا کی زیادہ گنجائش نہ رہے۔

(۱) مولانا مہادیو سیالکوٹی نے اپنے اس کتاب کے مقدمہ میں اس پر بڑا زور دیا ہے کہ آدمی کو مسنون طریقہ پر نماز پڑھنی چاہئے، اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ اگر ان کا یہ مقصد ہے کہ مسنون نماز صرف غیر مقلدین ہی پڑھتے ہیں تو ان کو اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہئے، ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں نماز کا بیان پڑھ لیا جائے تمام ائمہ کے نزدیک اسی کی تعلیم ہے کہ نماز سکون اطمینان اور خشوع و خضوع سے ادا کی جائے اور وضو سے لے کر سلام پھیرے تک میں سنت کا پورا پورا خیال رکھا جائے، اب اگر کوئی جاہل غلط طریقہ سے نماز پڑھتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے، اس سے فقہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، کتنے غیر مقلدین ہیں کہ جب وہ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز ٹھونگ مارنے والی ہی ہوتی ہے، جاہلوں اور شریعت کے مسائل سے ناواقفوں کے عمل کو دیکھ کر شریعت پر الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) مگر جب عبدالرؤف والی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو نہ معلوم کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کتاب کو دوسرا رنگ دے دیا گیا اور صرف چھ سات حدیث کو ضعیف باقی رکھا، اور بقیہ احادیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی گئی، پہلے ایڈیشن میں ۸۴ احادیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا تھا۔ پاکستان میں یہ بات مشہور ہے کہ غیر مقلدین کے دباؤ میں یہ دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) غیر مقلدین کے بارے میں میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ یہ بتنا زیادہ احادیث کا نا ا لیتے ہیں احادیث کے بارے میں وہ اتنے ہی زیادہ (بہت ہلکے لفظوں میں) غیر محتاط ہوتے ہیں اور جب ان کی غیر مقلدیت اپنے عروج پر ہوتی ہے تو احادیث رسول کو معاذ اللہ ہداری کا تما شا بنا دیتے ہیں اور اپنی طرف سے ان کا معنی گڑھ گڑھ کر احادیث کے اصل معنی و مفہوم کو ایسا سخی کرتے ہیں کہ توبہ بھلی، مثلاً دیکھئے اس کتاب کی ابتدا ہی میں شہرہ حدیث صلوٰۃ کما ر ائیسقویٰ اصلی کا ترجمہ صادق صاحب کرتے ہیں۔ تم بعینہ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ۳۲

حدیث میں بعینہ کا کہیں لفظ نہیں ہے مگر صادق صاحب نے اپنی طرف سے بعینہ کا لفظ بڑھا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کی نماز آنحضور کے طریقہ پر ثابت کرنا محال ہوگا، اس وجہ سے کسی فرد امت کے کہیں کی بات نہیں ہے کہ وہ بعینہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ سکے، کیا کسی فرد امت کو آنحضور کا خضوع اور خضوع اور نماز والی کیفیت ہزار کوشش کے باوجود بھی میسر ہو سکتی ہے؟ تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ صادق صاحب کے حدیث رسول کے ترجمہ میں اپنی طرف سے اس اضافہ کے بعد اللہ کے رسول کی اس حدیث پر کبھی مسلمانوں کا عمل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ (۱) احادیث رسول کا اس قسم کا من مانا ترجمہ کرنا اور مطلب بیان کرنا مستقل ایک گراہی ہے (۲) اور یہ نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں کو دین کا فہم میسر نہیں ہے۔ (۳) غیر مقلدین جس طرح احادیث رسول کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں بد اعتقاد ہیں اسی طرح قرآن کی آیات کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں ان سے اعتقاد

(۱) اور اگر غیر مقلدین کو یہ زعم ہے کہ ان کی نماز بعینہ آنحضور کے طریقہ پر تھی تو ہمیں کہنے دیجئے کہ اتنی بڑھاپا کی دماغ کی حکایت۔ اپنے کو ذرا دیکھو ذرا بجا دیکھو (۲) اسی حدیث کا جب صادق صاحب نے سبیل الرسول میں ترجمہ کیا ہے تو اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، نماز پڑھو (اے مرد اور عورت) جس طرح میں پڑھ ہوں مثلاً ۱۹ یہاں حدیث میں بعینہ کا لفظ اڑا دیا اور عورتوں کا ترجمہ اپنی طرف سے گراہ لیا۔

کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور اس بد اعتیاد کی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی آیات کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور یہ اس کا مفہوم لوگوں کو کچھ سمجھا جاتے ہیں، مثلاً دیکھئے ہادق ہادق صاحب اس کتاب کے صفحہ ۳۲ پر قرآن کی آیت من یطیع اللہ ورسولہ فقد اطاع اللہ کا مطلب بیان کرتے ہیں، خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہی تعمیل ہے۔ حالانکہ یہ اس آیت کا غلط مفہوم ہے خدا کے حکم کی تعمیل جس طرح اطاعت رسول میں ہے اسی طرح اطاعت صحابہ میں بھی ہے اسی طرح اطاعت فقہار اور مجتہدین میں بھی ہے، اسی طرح مدعیقین، مشہدار و صالحین میں بھی ہے، اسی طرح اصحاب جن وعقد کی اطاعت میں بھی ہے، اللہ کے کلام من یطیع اللہ ورسولہ فقد اطاع اللہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ صرف ”کیا جائے“، یہ ہادق صاحب کا اپنا اضافہ ہے، اور اس اضافہ کے بعد انھوں نے جو کلام خداوندی کا مفہوم بیان کیا ہے بالکل غلط ہے، آیت کا صرف اتنا ترجمہ ہے ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی“ یعنی رسول اللہ کی اطاعت کرنے والا اللہ کا مطیع اور فرماں بردار ہوگا، اور یہ مفہوم بالکل واضح ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے مگر یہ کہنا کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہوگی، بالکل جاہلانہ بات ہے، بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اب اس کا کوئی یہ ترجمہ کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت امیر کی شکل میں ہے تو یہ حیرت انگیز بات ہوگی۔

قرآن کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت میں جو مقتدی و فقہار و دربار باطل وعقد ہیں، حوالہ کیلئے اللہ نے ان کی بھی اطاعت کو واجب کیا ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وادلی الایہ منکم۔ اے مومنو، اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور ان کی اطاعت کو جو تم میں صاحب امر ہیں، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جس طرح سے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو واجب کیا ہے اسی طرح عام حالات میں ادلی الامر کی بھی اطاعت

کوام مسلمانوں کے لئے واجب کیا ہے ، اور یہ اولی الامر ہیں کون لوگ ؟ تو حضرت عید الشریعین عباس فرماتے ہیں ، یعنی اہل الفقہ والدین یعنی اولی الامر سے مراد اہل فقہ اور اہل دین ہیں ۔ (مستدرک حاکم ج ۱۲)

قرآن ہی میں ہے ۔ واتبع سبیل من اناب الی ، یعنی ان کی اتباع کرو جو لوگ میری طرف رجوع کریں ۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ کی طرف ، انابت اور رجوع اختیار کرنے والے ہوں یعنی جو اپنے عمل میں رضا خداوندی کے خواہاں ہوں ، عام مسلمانوں کو ان کی اقتدار و پیروی کرنی لازم ہے ۔

قرآن میں فرمایا گیا و السابغون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدلہم جنت تجزی تحتہا الا نہار خال الدین فیہا ابدًا ذلک الفوز العظیم یعنی مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں اور جو لوگ ان کے بھلائی کے ساتھ متبع ہیں اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے ۔

مہاجر و انصار صحابہ کرام میں سے جو سابقین اولین تھے ان کی اتباع پر اللہ کا کیسا وعدہ اور انعام اور مسلمانوں کو کیسی خوشخبری ہے ۔

بہر حال صادق صاحب کا من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ کا حصر والا یہ مفہوم کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت ہی میں تعمیل ہے ، بالکل غلط اور غیر علمی بات ہے ، اور جن کو قرآن و حدیث کا فہم نہ ہوا انکو دینی و شرعی مسائل میں دخل دینا حرام ہے ۔

(۲) صادق صاحب نے صلی پر ترغیب و ترہیب سے اس عثمان کے تحت مبع قاعد نماز منہ پر ماری جاتی ہے ، ایک حدیث ذکر کی ہے ، اور وہ حدیث ضعیف ہے ، مگر صادق صاحب کی دیانت کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ غیر مقلدین کا اصول یہ ہے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور ضعیف حدیث کو ذکر کر کے

اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہ کرنا یہ حرام ہے۔

مصدق صاحب کی ذکر کردہ اس حدیث کے بارے میں غیر مقلد عالم و محقق عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں: "یہ ضعیف حدیث ہے" (صلوۃ الرسول محقق ایڈیشن طبع اول منہ) اور پھر اس کے ضعیف ہونے کو دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

(۵) اوپر میں نے عرض کیا کہ غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ ماری کا تماشا

کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ مصدق صاحب نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمکتہ بہما کتاب اللہ و سنتہ (مسلوۃ)
اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، حضور نے فرمایا میں تمہیں دو چیزیں ایسی دے چلا ہوں کہ جب تک

تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث شریف، ناظرین مصدق صاحب کی دھاندلی ملاحظہ فرمائیں، حدیث میں سنت کا لفظ ہے،

اور مصدق صاحب اس کا ترجمہ حدیث شریف کر رہے ہیں، ابھی نماز کا بیان شروع بھی نہیں ہوا ہے مگر یہ ایمانی اور فریب دھاندلی کا کاروبار اس کتاب میں شروع کر دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں سنت کا لفظ موجود ہے تو اس کا ترجمہ مصدق صاحب نے حدیث سے کیوں

کیا؟ سنت کا ترجمہ سنت ہی کرتے تو مصدق صاحب کے دین و ایمان میں کوئی کمی آجاتی؟ عام ناظرین شاید اس کی تہ تک نہ پہنچ سکیں، اس لئے اس راز سے پردہ اٹھانا ضروری ہوا۔

اصل یہ ہے کہ غیر مقلدین کو سنت کے لفظ سے بہت چڑ ہے اور اسی چڑ کا نتیجہ ہے کہ یہ

اپنے کو اہل سنت نہیں کہتے یہ اپنا نام ائمہ حدیث رکھتے ہیں، سنت اور حدیث میں بہت بڑا فرق ہے، سنت رسول خدا کا وہ عمل قرار پاتا ہے جس پر آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوام و استقامت

برقی ہو اور وہ آپ کا عام معمول رہا ہو کسی عارض کی وجہ سے اس کے خلاف گاہے بگاہے عمل کیا ہو، اور حدیث آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ قول و فعل ہے جو آپ سے منقول ہو خواہ آپ کا

اس پر عمل رہا ہو یا نہ رہا ہو، کسی کام کو دیکھ کر آپ خاموش رہے ہوں اور اس پر نیکر نہ کی ہو وہ بھی حدیث میں داخل ہے، مگر یہ سنت نہیں ہے، ایسے عمل کا کرنا جائز ہو گا مگر وہ آنحضرت کی

سنت نہیں کہلائے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرمان اور عمل ہیں جو حدیث کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ محدثین نے ان کی روایت کی ہے اور وہ حدیث کی کتابوں میں مودون ہیں، مگر ان کو سنتِ رسول نہیں کہا جاتا، مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر حدیث میں ہے، مگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت نہیں ہے، اس وجہ سے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا اسی طرح حدیث میں ہے کہ روزہ کی حالت میں آپ نے ازواجِ مطہرات میں سے بعض کو بوسہ دیا (یہ بتلانے کے لئے کہ اس سے روزہ ٹوٹتا نہیں ہے) مگر یہ عمل آپ کی سنت نہیں تھی یعنی ازواجِ مطہرات کا حالتِ محرم میں بوسہ لینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا، محدثین نے چونکہ حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث تو ہے مگر اس کا نام سنت نہیں رکھا جائے گا۔

اسی طرح سے احادیث کی کتابوں میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کو آپ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا کرتے، اور اس پر آپ نے تیکر نہیں کی مگر چونکہ خود آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا اس وجہ سے یہ عمل مسنون نہیں کہلائے گا، ہاں اس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں ہونے کی وجہ سے اس کو حدیث کہا جائے گا۔

چونکہ یہ غیر مقلدین آنحضور کی سنت کیا ہے اس سے کم مطلب رکھتے ہیں ان کی زبان پر حدیث کا ذکر ہی زیادہ رہتا ہے، اس وجہ سے ان کا عمل بھی سنت کے مطابق کم ہوتا ہے البتہ بلا سمجھے جو جیسے آیا، و اجداد کی پیروی میں صحیح و ضعیف جس حدیث پر باپ دادا اس پر غیر مقلدین بھی سرپٹ دوڑتے نظر آتے ہیں، اور بڑے فخر سے کہیں گے کہ دیکھو ہم اہل حدیث ہیں۔

ایک بات اور یاد رکھئے کہ سنت جس طرح آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور طور طریق ہوتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین کے قول و فعل اور ان کے طور و طریق پر بھی شریعت میں سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور حکم حدیث نبوی علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، مگر غیر مقلدین کا یہ مذہب نہیں ہے، وہ اللہ کے رسول کے ارشاد پاک علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین

کے مکڑ ہیں اور قولاً و عملاً واعتقاداً اپنے اس انکار کا برملا یہ اظہار کرتے رہتے ہیں، ان کی سنت خلفائے راشدین سے چڑ کا عالم یہ ہے کہ ان کی سنت کو یہ غیر مقلدین بدعت بتلاتے ہیں اور اس طرح اپنا دین و ایمان کھوتے ہیں اور رسول اللہ کے اس ارشاد پاک کے مستحق بنتے ہیں بخاری شریف کی روایت ہے، ^(۱) کلی امتی یدخلون الجنة الامن ابی قالوا یا رسول اللہ من یأبى قال من اطاعتی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابى۔ (بخاری باب الاقتدار بسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ نہیں جائیں گے جو انکار کریں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ انکار کون کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اس نے تحقیق کے انکار کیا۔

غرض صادق صاحب نے حدیث میں سنت کا ترجمہ حدیث کر کے صریح خیانت کی ہے، احادیث رسول میں خیانت کہے یہ بیچارے ”صلوة الرسول“ یعنی رسول کی نماز سکھانے کا جو ہلہ پائے ہوئے ہیں۔

(۵) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۴ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید۔ انہوں نے صادق صاحب نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد محقق عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں ”یہ سنت ضعیف حدیث ہے“ (صلوة الرسول ص ۵۹) اللہ اکبر جو حدیث سخت

(۱) اس حدیث کو غیر مقلد یا کوئی صاحب نے بھی صلوۃ الرسول ص ۴ پر ذکر کیا ہے، اور حوالہ بھی بخاری کا دیا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود بخاری نہیں دیکھی ہے کہیں سے حوالہ نقل کر دیا ہے، انہوں نے صحیح حدیث نقل نہیں کی ہے۔ ”من یأبى“ حدیث کا لفظ ہے، اسکو من ابی کر دیا ہے اور ترجمہ بھی مضارع کے بجائے ماضی ہی کا کیا ہے، هذا مبلغهم من العلم۔

ضعیف ہے صادق صاحب صلوٰۃ الرسول کتاب میں اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور اس کا سخت ضعیف ہونا تو کیا منیف ہونا بھی ظاہر نہیں کرتے۔ جب کہ غیر مقلد دوسروں کے مقابل میں یہ شور مچائیں گے کہ منیف حدیث سے استدلال کرنا حرام ہے اور خود یہ تمام کام شوق سے کریں گے۔
”نچھا اور خدائی بریں پارسائی“

خیر یہ تو نفس حدیث کے بارے میں گفتگو کی تھی، اب ذرا آئیے اس حدیث کا صادق صاحب نے جو مطلب بیان کیا ہے، اس پر ایک نظر کریں۔ تاکہ صادق صاحب کی جاہلیت کا اندازہ لگے۔ فرماتے ہیں صادق صاحب:

”حضور کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ جب بے دینی و بد عملی کا دور ہوگا میری سنتوں اور حدیثوں کو چھوڑ کر لوگ شرک و بدعات پر عمل کرنے لگ جائیں گے ایسے پرفتن وقت میں جو میری سنت یا حدیث کو ترک نہ کرے گا بلکہ مضبوطی سے اس پر جم کر عمل کرے گا تو خدا اس نازک دور میں عمل یا حدیث کے سبب سوشہیدوں کا ثواب دے گا“ ۲۷

ناظرین غور فرمائیں کہ حدیث میں سنت کا لفظ ہے، اور یہ غیر مقلد صاحب مطلب بیان کرتے وقت سنت کے ساتھ حدیث کو بھی شامل کر رہے ہیں، جبکہ خود ان کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، دیکھئے خط کشیدہ جملہ ”جو میری سنت یا حدیث پر“ لفظ ”یا“ لاکر خود صادق صاحب نے بتلادیا کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، تو اب کس قدر خیانت کی بات ہے کہ جو بلفظ حدیث میں نہیں ہے اس کو زبردستی حدیث کے مفہوم میں داخل کیا جائے، اور غضب تو آخر میں یہ کیا کہ یہ کہہ دیا کہ عمل یا حدیث کے سبب سوشہیدوں کا ثواب ملے گا، جب کہ جو حدیث ذکر کی ہے اس کی روشنی میں یہ کہنا چاہئے کہ عمل بالسنۃ کے سبب سوشہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدوں کو سنت رسول سے کس قدر چڑ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ جو لوگ کس قسم کا کھلواڑ روا رکھیں وہ بیچارے صلوٰۃ الرسول یعنی

رسول کی نماز کیا سکھائیں گے۔

(۶) صلوٰۃ الرسول ص ۲۹ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من احب سنتی

فقد احببني ومن احببني كان معي في الجنة (ترمذی شریف) اور اس کا ترجمہ کیا ہے ”جس نے دوست رکھا میری سنت کو (اور اس پر عمل کیا) پس اس نے دوست بنایا مجھ کو اور جس نے دوست بنایا مجھ کو وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں فضائل کے بیان میں بھی جائز نہیں ہے، غیر مقلد عالم بعد الروف صاحب لکھتے ہیں ”یہ ضعیف حدیث ہے، پھر لکھتے ہیں ”ماہل کلام اس حدیث کے تمام طریق ضعیف ہیں، (۶۱-۶۲)

پھر صادق صاحب نے بریکٹ میں یہ اضافہ کیا ہے ”اور اس پر عمل کیا۔ یہ اضافہ ان کی طرف سے حدیث کی غلط ترجمانی ہے، اس لئے کہ سنت رسول پر عمل کرنا مستقل ثواب کا باعث ہے اور سنت رسول سے محبت مستقل ثواب کا باعث ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو سنت رسول سے محبت کر کے اس پر عمل کرے اسی کو ثواب ملے گا، بعض شکل میں سنت پر آدمی عمل نہیں کر سکے گا مگر اس کو سنت سے محبت کا ثواب ضرور ملے گا، مثلاً معذور آدمی ہے، اس سے نماز اور وضو اور سجدیں داخل ہونے کی بہت سی کشتیں چھوٹی ہیں، مگر وہ سنت رسول کا عاشق ہے، معذور ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کر پا رہا ہے تو محض مستقل سے محبت کی وجہ سے بھی وہ ثواب اور اجر سے محروم نہ ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے من احب سنتی کا جملہ استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو میری سنت سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ عمل بھی ہو۔

(۷) صلوٰۃ الرسول ص ۲۹ پر رسول اللہ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت عرابی بن ساریہ کی ابو داؤد اور ترمذی سے ماریل حدیث ذکر کی ہے، جس میں آنحضرت کی اس وصیت

کا بھی ذکر ہے۔ کہ میرے بعد تم لوگ بہت اختلاف دیکھو گے۔ فعلیکم بسنتی و سنتہ
الخلفاء الراشدين المہدیین تمسکوا بها وعضوا علیہا بالنواجد
تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، جو ہدایت یافتہ ہیں،
خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامو، اور اسے دانتوں سے پکڑو۔

اس حدیث پاک میں اختلاف کے وقت خلفائے راشدین کی سنت کو بطور خاص
مضبوطی سے تھامنے اور دانتوں سے پکڑنے کا آپ امر فرما رہے ہیں، مگر غیر مقلدین کا
نہرب یہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا بدعت ہے اور ان کا وعظیہ ہے
کہ صرف رسول کی سنت عمل کرو، چنانچہ صادق صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ
ان فہستوں اور بیماریوں کی بیخ کنی حضور کے اُسوۂ حسنہ اور سنت پاک کی پیروی میں ہے
(مذہب) خلفائے راشدین کی سنت جس کا حدیث میں بطور خاص ذکر ہے اس کا نالینا
بھی صادق صاحب کی صداقت نے گوارا نہیں کیا، اسی ایمان داری کے ساتھ یہ بیچارے کافروں
کو مصلوۃ رسول کی تعلیم دیں گے۔

(۸) صادق صاحب مذہب پر فرماتے ہیں، ”واضح ہو کہ اصل مطاع صرف اللہ تعالیٰ
ہے“ جب اصل مطاع بقولہ صادق صاحب بھی صرف اللہ ہی ہے تو غیر مقلدین کی اصل
دعوت تو قرآن پاک پر عمل کرنے کی ہونی چاہئے، قرآن پاک ہر شک و شبہ سے بالاتر کتاب
ہے جب کہ احادیث قطعیہ میں کلام اللہ کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین
حدیث کا نال زیادہ لیتے ہیں اور قرآن کا نام محض سخن گسترانہ کے طور پر ان کے یہاں لیا جاتا ہے،
حالانکہ جب اصل مطاع اللہ ہے تو ان احادیث کو عمل میں لانے کے لئے ترجیح دینی چاہئے جن کی
تائید قرآن سے بھی ہوتی ہو، مگر غیر مقلدین کو اس کی فکر نہیں ہوتی ہے ان کو تو بس آبار و جہاد
کی پیروی سے مطلب ہے۔ لیکر کے فقیر بنے جو ان کے بڑوں نے کہہ لکھ دیا ہے بس وہ اسی کو دانتوں
سے پکڑتے رہتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے اس سے ان کو مطلب نہیں ہے، اور احادیث میں کیا ہے
اس سے بھی ان کو غرض نہیں ہے بلکہ صرف اس سے ہوتی ہے کہ ان کے بڑوں نے کیا کہا ہے، انکی

خواہشاتِ نفس کی رہنمائی کہہ رہی ہے، غیر مقلدین کی راہ میں یہی دوسرے، آباء و اجداد کی پیروی اور خواہشاتِ نفس کی اتباع۔

میں ان دونوں باتوں کو ایک ایک مثال سے واضح کرتا ہوں، آپ خود فرمائیں۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز گلاؤں میں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر جگہ درست ہے، اخاف کہتے ہیں جمعہ کے لئے قریہ کبیرہ (جس میں شہر کے اوصاف پائے جاتے ہوں) یا شہر کا ہونا ضروری ہے، اب دیکھئے غیر مقلدین کا استدلال یہ ہے کہ پہلا جمعہ جو انہیں پڑھا گیا تھا جو قریہ یعنی گاؤں تھا (۱) غیر مقلدین اسی بات پر جم گئے اور دیہات میں جمعہ پڑھنے کی دعوت دینے لگے، حالانکہ غیر مقلدین اگر قرآن میں غور کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے لئے اخاف نے جو شہر یا شہری اوصاف والے بڑے قریہ کی شرط لگائی ہے اس کا اشارہ خود قرآن میں ہے، جمعہ والی آیت قرآن میں آپ پڑھئے وہ یہ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُعُوا لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَامْسَعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ، وَذُرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَاذْأَقْبِصُوا الصَّلَاةَ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔**

میں اے ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے جمعہ کے دن تم کو پکارا جائے تو تیزی دکھلاؤ اللہ کے ذکر کی بھڑک اور خریدنا بیچنا چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیلو اور اللہ کی روزی کی طلب میں لگو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کا حکم شہر والوں کو دیا جا رہا ہے اس لئے کہ تجارت اور کاروبار اور روزی کا تلاش کرنا یہ سب شہر میں ہوتا ہے۔

(۱) جو ان گاؤں تھا کہ اس کا حکم شہر کا تھا، اس وقت ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں ورنہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔

دیہات میں نہیں، مگر غیر مقلدوں کو قرآن کا یہ واضح اشارہ سمجھ میں نہیں آیا، اور انھوں نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جن کی تائید قرآن سے ہوتی ہے، اور جو اتنا قریہ یعنی دیہات تھا باپ دادا نے یہی سکھلایا تھا اسی پر جم گئے اور جمعہ کی نماز گاہوں میں پڑھنے کی دعوت دینے لگے۔

اور جب احناف نے یہ کہا کہ جو بات امام ابو حنیفہ کہہ رہے ہیں وہی بات خلیفہ راشد حضرت علی بھی فرماتے ہیں، تو غیر مقلدین کے سب سے بڑے مجدد میاں صاحب محدث نے حضرت علی کے خلاف یوں گہرا فحاشی کی۔

حضرت علی کا یہ قول لا تشیروا ولا جمعتا الا فی مصراع جامع (یعنی عید اور جمعہ کی نماز صرف مصراع میں جائز ہے) صحیح قول ہے، ابن خزم نے اس قول کی تصحیح کی ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کے لئے مصرع کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ تیزیہ ۵۱۲)

یعنی حضرت علی تو جمعہ کے لئے مصرع یعنی شہر کے ہونے کو ضروری قرار دیں، اور میاں صاحب حضرت علی کی اس بات کا انکار کریں، حالانکہ خود ان کو اعتراف ہے کہ حضرت علی کا یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے، یہ ہے غیر مقلدین کا خلفائے راشدین اور قرآن کے ساتھ طرز عمل۔

یہ تو اس کی مثال تھی کہ غیر مقلدین احکام کے بیان میں قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے اور رہا یہ کہ غیر مقلدین احکام شریعہ کے بیان میں خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، تو اس کا تماشا ہمیں رفع یدین کے مسئلہ میں دیکھنے کو ملتا ہے، ان کا ایک عالم کہتا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں عمل سنت ہیں۔ (فتاویٰ تیزیہ) اور ایک کہتا ہے کہ رفع یدین سنت ہے مگر جو

اس کا تارک ہو اس کو ثابت نہیں کی جائے گی۔ (الروضۃ النذیر) اور مفتی عبدالستار صاحب رفع یدین کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ۵۱۵) اور یہی بات حکیم مہادیو صاحب بھی کہتے ہیں۔ (ملوۃ الرسول) اور غیر مقلد نواب حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے رفع یدین چھوڑنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (قرۃ العینین) ایک صاحب

فرماتے ہیں کہ جو رفع یدین چھوڑے گا وہ سخت گنہگار ہوگا (عبدستار روپڑی)
غرض آج اسلام پر ہدایاں گزر گئی ہیں مگر یہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے غیر مقلدین
رفع یدین کے بارے میں بھی فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر شریعت اسلامیہ میں رفع یدین کا واقعی
حکم کیا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔
اور یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ ان میں کا ہر شخص مجتہد ہونے کی ہوس رکھتا ہے، اور کتاب
وسنت کی واقعی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کا تابع ہے، انہم دین کی تقلید سے اس
کو عار ہے، بڑوں کی اتباع اس کی جان پر تاق ہے۔ اور سب سے بڑی اس کے ساتھ آفت
یہ ہے کہ وہ جہل مرکب کا گرفتار ہے، کتاب وسنت سے جا بٹل مگر دعویٰ یہی ہے کہ وہی کتاب
وسنت کا سب سے بڑا عالم ہے۔

(۹) پانی کے احکام کے بیان میں صادق صاحب فرماتے ہیں ، وضو کے لئے پانی کا پاک ہونا شرط ہے ، اور پھر فرماتے ہیں ” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک پانی کی یہ پہچان بتلائی ہے ۔ ان الماء لا یبغضہ شیء الا ما غلب علیہ ریحہ وطعمہ ولونہ حضور فرماتے ہیں کہ اگر نجاست گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے (یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے ، ۱ (ص ۵۳)

اس عبارت میں صادق صاحب نے کئی گل کھلائے ہیں ، پہلی بات تو یہ ہے کہ اہل حق نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے ، غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی اپنی کتاب رسول اکرم کی نمازیں فرماتے ہیں ، اس حدیث کی سند بالاتفاق ضعیف ہے (ص ۹) ضعیف حدیث کو بیان کرنا اور اس سے استدلال کرنا غیر مقلد کے مذہب میں حرام ہے ۔ صادق صاحب نے حدیث کا ترجمہ یا ایسے کیا ہے ، حالانکہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ یا ایسے کیا جائے ، حدیث میں وطعمہ ولونہ کا لفظ ہے یعنی واؤ کا استعمال ہوا ہے ، جس کا ترجمہ یا نہیں اور ہوتا ہے ۔ مولانا اسماعیل سلفی نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔

پانی پاک ہے لیکن پلیدی گرنے کی وجہ سے اگر اس کی رنگت (اور)

بو (اور) مزہ بدل جائے تو وہ پلیدی ہو جائیگا ، (رسول اکرم کی نماز ص ۹)

اور سب سے دلچسپ بات تو صادق صاحب نے یہ فرمائی ہے

” یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے “

یعنی صادق صاحب کے نزدیک نجاست گرنے سے اس وقت پانی ناپاک ہوگا جب پانی کا رنگ بھی بدل جائے اور اس کا مزہ بھی بدل جائے اور اس کی بو بھی بدل جائے ، اور اگر صرف رنگ بدلے ، یا صرف مزہ بدلے ، یا صرف نجاست کی ہلک پلیدی ہو جائے تو صادق صاحب کے

مذہب میں نجاست والا وہ پانی پاک ہوگا، اسی طرح اگر نجاست گرنے سے پانی کا دو صنف بدل جائے یعنی رنگ و مزہ بدلے یا رنگ اور بو بدلے یا بو اور مزہ بدلے تو بھی پانی پاک ہوگا۔ ناپاک نہ ہوگا، اور اس سے وضو کرنا اور نماز پڑھنی جائز ہوگی، سبحان اللہ یہ ہے صادق مہادی کی تعلیم و تلقین، گندے اور نجس پانی سے وضو کرنا کہ کے صادق صاحب مسلمانوں سے رسول الہی نماز پڑھوائیں گے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرے صادق صاحب نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے، خود غیر مقلدین کے علماء کے بیان کے خلاف ہے غیر مقلدین کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست گرنے سے پانی کا ایک صنف بھی بدل جائے مثلاً صرف اس کا رنگ بدل جائے یا صرف اس کا مزہ بدل جائے یا صرف اس کی بو میں تغیر ہو جائے تو وہ پانی نجس ہوگا اور اس سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا، مولانا اسماعیل سلفی رسول اکرم کی نماز میں لکھتے ہیں :

”اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر پلیدی گرنے کی وجہ سے پانی ان صفات

میں سے (یعنی بو مزہ رنگ) کوئی ایک بدل جائے تو پانی پلید ہو جائیگا

طہارت کیلئے ایسے پانی کا استعمال درست نہ ہوگا (ص ۹)

اور غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں (صادق صاحب نے) فحش غلطی کی ہے کیونکہ

جب ایک صنف بھی پایا جائے گا تو پانی بالاجماع ناپاک ہو جائے گا۔

(ملوۃ الرسول ص ۶۶ مصنف عبدالرؤف صاحب)

لیکن صادق صاحب فرماتے ہیں کہ نجاست گرنے سے پانی اسی وقت نجس ہوگا جب اس کی

مقدارات میں ہو کہ پانی کے تینوں اوصاف بدل جائیں، یہ مذہب کسی بھی معتبر ائمہ فقہ و حدیث

کا نہیں ہے، ہاں فرقہ ظاہریہ اس کا قائل ہے، معلوم ہوتا ہے کہ صادق صاحب کا تعلق بھی

اسی فرقہ ظاہریہ سے ہے۔

(۱۰) صادق صاحب فرماتے ہیں۔ ”حضور نے جنہی کے متعلق فرمایا کہ وہ ٹھہرے ہوئے

پانی میں بیٹھ کر نہ نہائے۔

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو شخص حالت جنابت میں ہو اس کے غسل کا پانی ناپاک ہے اور اس کو رکے ہوئے پانی میں غسل کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ وہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ یعنی رکے ہوئے پانی کو جنبی کے غسل ولے پانی سے بچانا ہے۔

اب صادق صاحب کی عقل ملاحظہ فرمائیے وہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

”ہاں باہر بیٹھ کر اس میں سے پانی لے لے کر غسل کرے، ۱۳

یعنی باہر بیٹھ کر اسی پانی سے لے لے کر غسل کرنے سے وہ ٹھہرا ہوا پانی ناپاک نہ ہوگا، خواہ غسل کا پانی برابر کو اس ٹھہرے ہوئے پانی میں گرے، یہ بھی ظاہر یہ فرقہ کا مذہب ہے، ظاہر یہ کہ مذہب ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے پانی نجس ہوگا لیکن اگر پانی کے باہر پیشاب پاخانہ کیا جائے اور وہ پیشاب پاخانہ برکاتی میں چلا جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ ظاہر یوں دلی یہی عقل خدا کی طرف سے صادق صاحب کو بھی نصیب ہوئی ہے، اور اس علم و عقل کے بل بوتے پر وہ رسول اللہ کی نماز سکھلانے کا جملہ رکھتے ہیں۔

(۱۱) صادق صاحب نے پاخانہ سے نکلنے کی ایک دعایہ نقل کی ہے۔ الحمد للہ

الذی اذہب عني الاذى وعافاني، اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں (یہ ضعیف حدیث ہے) اس کی سندیں اسماعیل مگر ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

(۱۲) بول و براز کے مسائل میں صادق صاحب نے ابو داؤد سے یہ حدیث ذکر کی ہے

حضور نے فرمایا جو دو آدمی پاخانہ پھرنے جائیں اور ستر کھول لیں اور باتیں

کرنے لگ جائیں تو اللہ اس فعل سے غضب میں آتا ہے۔ (مشہ)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر کئے بغیر اس کو نقل کیا ہے جو غیر مقلدین کے مذہب میں فعل حرام ہے، غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں۔

” حدیث ضعیف ہے “

(۱۳) صادق صاحب نے ص ۶ میں یہ حدیث ذکر کی ہے، حضور نے ایک دیوار کے پاس نرم زمین میں پیشاب کیا اور فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے پیشاب کا ارادہ کرے تو پیشاب کے لئے نرم زمین تلاش کرے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے مگر صادق صاحب نے اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا۔
بعد الرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں ” ضعیف حدیث ہے “

(۱۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں منی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھو دیتی تھی۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ ان کے نزدیک منی پاک ہے کہ ناپاک، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منی ناپاک ہے، اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اہل حدیث کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ منی پاک ہے۔ فرماتے ہیں۔ وهو مذہب الشافعی واصحاب الحديث تحفه ص ۱۲ یعنی اصحاب حدیث اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ منی پاک ہے۔ معلوم نہیں منی کے بارے میں صادق صاحب کا مذہب کیا ہے؟

(۱۵) صادق صاحب نے ص ۶ پر غیسل جنابت میں مبالغہ درکار ہے ” کے تحت دو حدیثیں ذکر کی ہیں، اور یہ دونوں ضعیف ہیں، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا۔ اور ان سے استدلال کر کے حرام کا ارتکاب کیا ہے، پہلی حدیث یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل جنابت سے بال برابر جگہ دھوئے بغیر چٹوڑی تو اس کو ایسا اور ایسا عذاب ہوگا، بعد الرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے، اور دوسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے، حضور انور فرماتے ہیں جنبت کے ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بال کو خوب دھوؤ اور بدن کو اچھی طرح پاک کرو، اس کو بھی بعد الرؤف غیر مقلد اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد صاحب نے تحفۃ الاحوذی میں ضعیف بتلایا ہے۔

(۱۶) صادق صاحب عزوان قائم کرتے ہیں، جنبتی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور

اس کے تحت یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا احل المسجد لحائض ولا جنیب۔ اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ میں (خدا کے حکم سے) حائضہ عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا حلال نہیں کرتا ہوں۔ صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (صلوۃ الرسول ص ۹) اس حدیث میں صادق صاحب نے یہ بھی کارستانی کی ہے کہ اپنی طرف سے۔ خدا کے حکم سے، کا جملہ بڑھا دیا جب کہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نمازیں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور ان صاحب نے بھی یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا سلمیٰ صاحب نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے ناظرین وہ بھی سن لیں۔

حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں۔ انی لا احل المسجد لحائض ولا جنیب کا یہ فاضلانہ ترجمہ۔ اب معلوم نہیں، کس کا ترجمہ درست ہے۔ صادق صاحب کا یا سلمیٰ صاحب کا۔ دونوں ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے، احادیث رسول کے ساتھ غیر متقدمین کیا کیا تا شا کرتے ہیں، ناظرین دیکھتے جائیں۔

(۱۱) صلوۃ الرسول ص ۱۱ میں صادق صاحب نے مسواک کے بیان میں پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے، رسول اللہ نے فرمایا جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بئیر مسواک والی نماز سے ستر درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ یہ منہجہ حدیث ہے مگر صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ عبد الرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں، اس کی سند ضعیف ہے، پھر فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ صادق صاحب ضعیف احادیث ذکر کرتے ہیں اور اس کے ضعف کو چھپاتے ہیں۔

مسواک کے بیان میں دوسری حدیث یہ ذکر کی ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دن کو سوکر اٹھنے کے بعد وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

عبدالرؤف غیر مقلد نے اس حدیث کو بھی دلائل سے ضعیف بتلایا ہے۔

مسواک کے بیان میں تیسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا جب بھی میرے پاس جبریل آئے تو مجھے مسواک کرنے کا (سنت) حکم کرتے تھے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے، بلکہ سخت ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کے ضعیف ہونے کو چھپایا۔ غیر مقلد عبدالرؤف فرماتے ہیں۔ یہ سند سخت ضعیف ہے۔

(۱۸) صادق متاخر فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا واجب (مستحب) لیکن یہ نہیں بتلایا کہ مسواک وضو کرتے وقت واجب یا نماز پڑھتے وقت، مسواک کرنا مسجد سے باہر واجب یا مسجد کے اندر واجب ہے۔ صادق صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ ان کے علمائے کیا لکھا ہے، غیر مقلد محدث مولانا شمس الحق غانیۃ المقصود میں لکھتے ہیں کہ ان الاحادیث دلت علی استحبابہ عند کل صلوٰۃ، یعنی احادیث نے مسواک کرنے کو ہر نماز کے وقت مستحب بتلایا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے مسجد کے باہر مسواک کر کے مسجد میں داخل ہو، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ ہذا کلام حسن یعنی یہ اچھی بات ہے۔ (تحفہ ص ۲۵)

غرض مولانا صادق صاحب کا مسواک کو واجب بتلانا درست نہیں ہے ان کے علماء تو مسواک کرنے کو مستحب بتلاتے ہیں، مولانا صادق صاحب اور ان کے علماء غیر مقلدین پہلے یہ طے کریں کہ مسواک کرنی واجب ہے یا مستحب، مسواک کا حکم مسجد کے باہر ہے یا مسجد کے اندر ہی نماز کے وقت مسواک کی جائے گی۔ یہ بیچارے غیر مقلدین جس مسئلہ میں خود اُبھکے ہوئے ہیں اس کی تعلیم دوسروں کو دے رہے ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے جو رسول اکرم کی نماز لکھی ہے، اس میں وضو اور نماز کے بیان میں مسواک کا ذکر ہی گول کر دیا ہے، اس لئے کہ اسماعیل سلفی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ ان کے علماء احادیث کی روشنی میں مسواک کا حکم اور اس کی جگہ طے کرنے کے بارے میں آج تک متفق نہیں ہو سکے۔

(۱۹) صادق صاحب نے مہل پر یہ حدیث ذکر کی ہے، اذا استيقظ احدکم

من منامہ فلیستنثر ثلاثا فان الشیطن یبیت علی خیشو مہ ، اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ” جب جاگے ایک تمہارا اپنی نیند سے پھر ارادہ کرے وضو کا تو ناک جھاڑے۔ (پانی کھینچ کر) تین بار پس شیطان رات گزارتا ہے اس کی ناک کے بالنسے پر۔

ناظرین مہادق صاحب کی جرأت کی داد دیں خط کشیدہ پوری عبارت اپنی طرف سے حدیث کے ترجمہ میں بڑھادی ہے ، پھر ارادہ کرے وضو کا ، حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے ، حدیث کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ جب آدمی سو کر بیدار ہو تو تین بار ناک جھاڑے اس لئے کہ شیطان اس کے بالنسے پر رات گزارتا ہے ، پانی سے جھاڑے یا بلا پانی کے اس کا بھی ذکر نہیں ہے ، مگر مہادق صاحب اپنی طرف سے زبردستی اس حدیث کا تعلق وضو سے قائم کر رہے ہیں اور پانی سے ناک جھاڑنے کی بات کا اضافہ کر رہے ہیں ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اپنی بات ملا نا کس قدر خطرناک جرم ہے ، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے اوپر وہ بات گڑھی جس کو میں نے نہیں کہلائے تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

(۲۰) مہادق صاحب مدظلہ میں فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہئے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا وضوء لمن لم یذکّر اسم اللہ علیہ جلا وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو (پورا) نہیں ہوتا۔

مہادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں لا علم فی ہذا الباب حدیثاً لہ اسناد جید ، یعنی مجھے اس باب کی ایک حدیث کا بھی پتہ نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو۔

افسوس ضعیف حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب بتلایا جا رہا ہے۔ ان غیر مقلدین کا عجیب حال ہے ، جب انکار پر آئیں گے تو صحیح سے صحیح تر حدیث کو رد کر دیں گے اور جب ماننے پر آئیں گے تو ضعیف احادیث سے وجوب ثابت کریں گے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساد کرے

(۷۱) صادق صاحب نے مکمل مسنون وضو کا طریقہ بیان کیا ہے، لیکن وضو میں کون سی چیز واجب ہے کون سی چیز فرض ہے، سنت کیا ہے اور استحباب کیا ہے، ان کا کہیں ذکر نہیں ہے، صرف بسم اللہ کو واجب بتلایا ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی واجب بتلایا ہے۔ (دیکھو الروفۃ النذریہ) اور نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے کہا ہے کہ وضو میں نیت، بسم اللہ پڑھنا کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے اور ان کے چھوٹے سے وضو نہیں ہوتا، صادق صاحب نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ اگر آدمی ایک ایک دفعہ یا دو دفعہ وضو میں اپنے اعضاء کو دھلے تو یہ مسنون وضو ہوگا یا نہیں؟ انھوں نے مسنون وضو کا طریقہ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک دفعہ اور دو دفعہ اعضاء کو دھو کر نماز نہیں پڑھی ہے، اگر پڑھی ہے اور یقیناً پڑھی ہے تو آپ کا یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہیں؟ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد عالم لکھتے ہیں۔ قد جاءت الاحادیث الصحیحة بالغسل مرة مرة و مرتین مرتین وثلاثا ثلاثا و بعض الاعضاء ثلاثا و بعضها مرتین (تحفہ ص ۵۱) یعنی صحیح حدیث اس کی بھی ہے کہ اعضاء وضو ایک ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھلا ہے، اور دو مرتبہ بھی اور تین تین مرتبہ اور بعض اعضاء کو تین مرتبہ اور بعض کو دو مرتبہ۔

ہمیں غیر مقلدین اور صادق صاحب بتلائیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کا دھونا ثابت ہے تو یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہ ہوگا۔ صادق صاحب نے صرف تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھونے کو مسنون کیوں بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ وضو میں اعضاء کو دھوؤ گے تو وضو مسنون نہ ہوگا، اور تین دفعہ دھوؤ گے تو مسنون وضو ہوگا؟ غیر مقلدین کا عجیب حال ہے، بسم اللہ کی حدیث ضعیف ہے اس کو تو وضو میں واجب قرار دے دیا اور جو باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں اس کو مسنون ماننے

پر بھی راضی نہیں ہیں، اپنی طبیعت سے جس کو چاہا فرض بتلایا، جس کو چاہا واجب بتلایا اور جس کو چاہا سنت کہہ دیا۔

(۲۲) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ گردن کے مسح کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں آیا ہے، (۸۳) — صادق صاحب کا یہ فرمان صداقت سے قطعاً دور ہے اور بدترین جھوٹ ہے، حافظ ابن حجر نے التلخیص البحر میں گردن پر مسح کی یہ حدیث ذکر کی ہے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح بیدیه علی عنقه وقی الغل یوم القیمۃ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پر مسح کیا تو وہ روز قیامت گردن میں طوق پہننے سے بچا لیا جائے گا (یعنی وہ عذاب خداوندی سے محفوظ ہوگا)

کعب بن عمر یحییٰ کی روایت میں ہے کہ فلما مسح راسہ قال ھکذا ادا وداً بیدہ من مقدم راسہ حتی بلغ بہما الی اسفل عنقه من قبل قفا لا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ یہ بتلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کیا اور ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

معجم طبرانی کبیر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو مسح رقبۃ۔ یعنی آپ نے گردن کا بھی مسح کیا۔ (۲۲/۱)

کشف الاستار میں ہے حضرت وائل کی حدیث میں یہ بھی ہے، مسح علی راسہ ثلاثاً وظاہر اذینہ ثلاثاً وظاہر رقبۃ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا تین دفعہ مسح کیا اور دونوں کانوں کے اوپری حصے کا تین دفعہ اور گردن کے اوپر مسح کیا۔ ۸۴/۱ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے اوپری حصے کا مسح کیا (۲۸/۱) غرض ایک نہیں متعدد حدیثوں سے وضو میں گردن کا مسح ثابت ہے پھر مولانا صادق صاحب کا یہ کہنا کہ گردن کے مسح کا کسی حدیث میں ذکر نہیں تو یا کس قدر جھوٹ اور غلط بات ہے۔ رہا

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مسیح کی امادیت ضعیف ہے تو یہ مسیح والی حدیث پر عمل کرنے سے جان چھڑانے کی ایک چال ہے، ورنہ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ خود مہادق صاحب اس کتاب میں ضعیف احادیث لازماً لارہے ہیں اور ان سے استدلال کر رہے ہیں اور کمال جرأت ہے کہ اس کے ضعیف ہونے کو بتلاتے بھی نہیں، نواب صدیق حسن خاں صاحب الروفۃ از یہ میں فرماتے ہیں۔ واما مع الرقبۃ فقد ورد من الروایات ما یصلح لتعلیل بہ۔ مشروعیۃ مسیح الوقبۃ۔ یعنی مسیح رقبہ (گردن کے مسیح) کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن سے گردن کے مسیح کی ضرورت پر استدلال (۲۲) مہادق صاحب نے یہ مسئلہ بھی نکھا ہے کہ اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وضو کرے وقت اس کو ہر لالیں جو الہ دیا ہے مشکوٰۃ کی حدیث کا اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ غیر مقلد عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں۔ ضعیف حدیث ہے۔ (ملوۃ الرسول محقق)

(۲۳) مہادق صاحب ۵۵ پر لکھتے ہیں۔ تین تین بار دھونے سے کامل وضو ہوتا ہے۔ جب کہ بخاری سے خود ہی ثابت بھی کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اور دوسرے بھی وضو میں اعضا دھو کر نماز پڑھی ہے، تو کیا معاذ اللہ حضور کی یہ نمازیں ناقص وضو سے تھیں؟ کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک بار اور دوبار دھونے سے وضو ناقص ہوتا ہے؟ غیر مقلدین دوسروں کو تعلیم دیں گے کہ دین میں رائے کو دخل نہیں دینا چاہئے اور خود اپنی رائے سے احکام شریعہ کے بارے میں جو چاہیں گے کہیں گے۔ کس قدر جرأت کی بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو ناقص کہا جائے، یہ جرأت مہادق صاحب نے غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں۔

(۲۵) مہادق صاحب نے پہلے انبیاء کا وضو کے عنوان کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے اور یہ نہیں بتلایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲۶) مہادق صاحب فرماتے ہیں۔ اعضا کو خوب مل کر دھونا چاہئے۔ ۹۱

یہ مہادق صاحب کی وضو کے بارے میں گڑھی بات ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ اعضا وضو کو خوب مل کر دھونا چاہئے، کیا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعضا وضو

کو خوب دل کر دھویا کرتے تھے؟ جو بات آنحضور نے نہ فرمائی، وہ اس کو آنحضور کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی جرات ہے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۲۷) صادق صاحب نے یہ بتلانے کیلئے کہ مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے وہ عبد الرحمن مبارکپوری کے نزدیک ضعیف ہے، اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فیوزید لیس من رجال المحسن فکیف الصحیح یعنی یزید تو حسن کا بھی راوی نہیں اس کی حدیث صحیح کیسے ہوگی۔

(۲۸) گوز رتخ خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کو بتلانے کے لئے صادق صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے، اس کو بھی عبد الرؤف غیر مقلد ضعیف بتلاتے ہیں، اس حدیث کا راوی سلم بن سلام مجہول ہے۔

(۲۹) صادق صاحب نے یہ بتلانے کے لئے قے اور کسیر وغیرہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت عائشہ کی جو حدیث پیش کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کہتے ہیں۔ قلت هذا حدیث ضعیف، یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مولانا صادق صاحب کہتے ہیں کہ ناک سے خون نکلنے سے وضو کرنا ہوگا اور ان کے بڑے عبد الرحمن مبارکپوری کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور مولانا اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں کہ خون بہنے سے بعض علماء کا خیال ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ احادیث صحیح نہیں ہیں، رسول اکرم کی نماز اور خون کا نکلنا نواب بھوپالی کے یہاں بھی ناقض وضو نہیں ہے۔ (الروضۃ النذیرۃ) غرض یہ غیر مقلدین جن کو مسنون نماز سکھلانے کا شوق ہوتا ہے، اور کوئی صلوٰۃ الرسول لکھتا ہے اور کوئی رسول اکرم کی نماز تالیف فرماتا ہے، یہ وضو کے مسائل تک میں متفق نہیں ہیں، یہ بیچارے دوسروں کو رسول اکرم کی نماز کیا سکھلائیں گے؟

ناظرین غیر مقلدین کے اکابر کا مسلک یہی ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غیر مقلدین نے اس سلسلے میں جن بڑے بڑے محدثین کی مخالفت کی ہے، ان

میں سے چند یہ ہیں سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام زہری، حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت امام شعبی، حضرت عروہ بن زبیر، امام نخعی، امام قتادہ، حکم بن عیسہ، امام حماد، حسن بن صالح، امام اوزاعی، ان تمام محدثین کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ (تحفہ) مگو میاں صاحب دہلوی کی کاشت سے پیدا شدہ شذرہ شاذہ کا نہیب یہ ہے کہ بدن سے خون نکلنے پر وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۲۰) یہ بتلانے کے لئے سکوینی نشہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، صادق صاحب نے قرآن کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ** سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں۔ بے ہوشی کی حالت کو مانع نماز فرمایا ہے معلوم ہوا کہ سستی و بے ہوشی ناقض وضو ہے، مارے گھٹنا بھوٹے سر کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہوگی، قرآن کہہ رہا ہے کہ حالت نشہ میں نماز نہ ہوگی، اس وجہ سے نہیں کہ نشہ ناقض وضو ہے بلکہ اس وجہ سے کہ نشہ کی حالت میں آدمی منہ سے نکالنا کچھ ہے اور نکلنا کچھ ہے، اور صادق صاحب اس آیت سے نشہ اور بے ہوشی سے وضو کے ٹوٹنے پر استدلال کر رہے ہیں۔

غیر مقلد شریعہ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، چنانچہ ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تہ نشہ میں قرآن کے الفاظ بھی امام صاحب منقطع ہو گئے، عن: اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے سے ہے ہی نہیں۔ مگو جناب صادق صاحب کو اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے سے نظر آ رہا ہے۔

۔ بریں عقل و دانش بیاید گریست

(۲۱) موزوں پر کس طرح سے ہو؟ صادق صاحب فرماتے ہیں، پانچوں انگلیاں دائیں اصبا میں ہاتھ کی ترکہ کے دونوں پاؤں کے بیچوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک کھینچ لے جائیں۔ یہ طریقہ کس حدیث میں ہے، اس کا حوالہ صادق صاحب نے نہیں دیا، بعد الزوف غیر مقلد فرماتے ہیں۔۔۔ کس کی کیفیت کے بارے میں بعض روایات وارد ہیں مگر سخت ضعیف ہیں

اور معلوم ہے کہ ضعیف حدیث سے مسئلہ بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک حرام اور ناجائز ہے۔

صادق صاحب اسی حرام اور ناجائز کام کا بار بار ارتکاب کر رہے ہیں۔

(۳۱) جوابوں پر سچ کرنے کے بارے میں جو حدیثیں صادق صاحب نے نقل کی ہیں، ان میں سے بقول مولانا عبد الرحمن مبارکپوری ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ والحاصل انه ليس في باب المسح على الجوربين حدیث مرفوع صحیح خال عن الکلام هذا ما عندي واللہ اعلم، (تحفہ ص ۱۲۱) یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ جورین پر مسح کے بارے میں ایک بھی مرفوع صحیح حدیث جو جرح سے خالی ہو نہیں ہے، میرے نزدیک یہی بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اسلئے اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہوتا ہے تو براہ کرم غیر مقلد عالم و محدث مولانا مبارکپوری کی بات تسلیم کرتے ہوئے جورین پر مسح کا حکم غیر مقلدین کو ساقط کر دینا چاہئے۔ ورنہ پھر ان کو توبہ کرنی چاہئے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہے۔

چونکہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو معلوم تھا کہ جورین پر مسح ثابت کرنا صحیح حدیث سے مشکل ہے، اس وجہ سے انھوں نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نمازیں خف اور جورین پر مسح کا مسئلہ ہی ذکر نہیں کیا۔

(۳۲) صرف عامہ پر بھی سچ کیا جاسکتا ہے، یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، صادق صاحب فرماتے ہیں، اگر سرپرچگری وغیرہ ہو اور کسی وجہ سے ہم اتارنا نہ چاہیں تو معلم فقہ دوسرے ابراہیم بن رحمت کی سنت کی پیروی میں اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ (ص ۱۸)

قرآن کی نص صریح ہے کہ وضو میں سر کا مسح کرو، دامسحوا برؤسکم۔ خدا کا واضح ارشاد موجود ہے، اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صرف عامہ پر مسح کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں مفصل بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۳۳) آج کل کے غیر مقلدین نے چند نئی باتوں کو ایجاد کیا ہے، جن کے قائل ان کے

علامہ پہلے نہیں رہے ہیں انھیں یہ سوتی موزہ پر سج کرنے کا بھی مسئلہ ہے، مصادق صاحب نے بھی اس پر خامہ فرسائی کی ہے اور بتلایا ہے کہ سوتی موزہ پر سج کرنا بھی آنحضرت کی سنت ہے، حالانکہ یہ مصادق صاحب کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار ہے، کسی ایک دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ کے رسول نے خالص سوتی موزہ پر سج کیا ہو، مصادق صاحب نے بھی کسی حدیث سے اس کو ثابت نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے لغت کا سہارا لیا ہے، اگر شرعی مسائل لغت ہی سے ثابت کئے جائیں گے تو پھر کوئی منجیلا صلوٰۃ کا ترجمہ لغت سے دعا ثابت کر دے گا، اور پھر اس کی دعوت یہ ہوگی کہ صلوٰۃ صرف دعا کا نام ہے اور وہ پانچ وقت مسجد میں صرف دعا کر کے چلا آئے گا اس کی نماز ہو جائے گی۔ مسائل شرعیہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت ہوتے ہیں لغت سے کبھی کبھار مدد لے لی جاتی ہے نہ کہ لغت کو مسائل شرعیہ کا مدد بنایا جاتا ہے مگر آج کا وہ غیر مقلد ہی کیا جو دین میں نئی بات پیدا نہ کرے۔^(۱)

(۳۵) مصادق صاحب نے ص ۱۱۵ میں تیمم کا طریقہ بیان کیا ہے، مگر صرف ایک دفعہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا طریقہ بتلایا ہے، اس میں خیانت یہ کہ ہے کہ ان تمام احادیث سے آنکھ بند کر لی ہے جن میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ جب احادیث دونوں طرح کی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کا طریقہ بتلایا جاتا۔

(۱) شیخ الکمل فی الکمل میاں صاحب دہلوی سے سوال کیا گیا، اولیٰ یا سوتی جرابوں پر سج جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا مذکورہ جرابوں پر سج جائز نہیں ہے (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۲۶) پھر اس کو دلائل سے ثابت کر کے فرماتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جن معذوں کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کے اوپر سج کے جواز پر نہ کتاب اللہ سے دلیل ہے نہ سنت رسول اللہ سے دلیل ہے نہ اجماع اور قیاس صحیح سے میاں صاحب کے اس فتویٰ کے بعد مصادق صاحب کی بات بالکل بے وزن ہو جاتی ہے۔ (ایضاً ص ۳۳۲)

دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمم میں دو دفعہ ہاتھ مارنا ہے، ایک چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت ہاتھ کیلئے (۱۸) دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، مصنف ابن ابی شیبہ، طحاوی، مستدرک، حاکم وغیرہ احادیث کی کتابوں میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کی متعدد روایتیں ہیں، مگر صادق صاحب الہمدیث ہو کر ان تمام روایتوں کو چھوڑ رہے ہیں، جب کہ بڑے بڑے اجلار محدثین اسی کے قائل ہیں۔ نواب صاحب بھوپالی الروضة الندیہ میں فرماتے ہیں۔ وذهب جماعة من الاثمة والفقهاء الى ان الواجب ضربتان (۱۹) یعنی ائمہ حدیث اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا واجب ہے۔

(۲۸) متحد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، بلکہ وجوب کا لفظ صراحۃً بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے۔ مثلاً خود صادق صاحب نے بخاری و مسلم کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل الجمعة واجب علی کل محتلم، یعنی حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا غسل ہر مانع پر واجب ہے۔ مگر چونکہ صادق صاحب اور ان جیسے غیر مقلدین محض نام کے الہمدیث ہیں حدیث پر عمل کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے، اس وجہ سے دیکھے صادق صاحب اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

”اس حدیث میں واجب کے معنی ثابت اور لائق ترک کے ہیں، مطلب

یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرنا نہایت اچھا ہے “ ۱۱

دیکھا آپ نے غیر مقلدوں کی حدیث رسول کے بارے میں تاویل ! حدیث میں صاف لفظ وجوب کا ہے اور صادق صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر وجوب کا معنی یہ غسل کرنا بہت اچھا ہے ” ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صادق صاحب کو

میں عبد الرؤف غیر متقلد فرماتے ہیں، ”انتہائی کمزور حدیث ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے، یا نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مرتبہ بدن پر۔ عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں، سخت ضعیف حدیث ہے، یا مثلاً نماز کی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹا آتا ہے، عبد الرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے۔

غرض مادیق صاحب نے اپنی اس کتاب کو ضعیف بلکہ سخت ضعیف اور انتہائی کمزور حدیث سے بھر رکھا ہے۔ اور دھوکہ یہ دیا ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حوالہ دینے میں بھی دیانت اور صداقت کا ثبوت نہیں دیا۔

(مطبوعۃ الرسول عبد الرؤف، ص ۱۸) ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱) مادیق صاحب سے انتہائی بڑے بے ایمان واقع ہوئے ہیں، احادیث رسول کے بارے میں ان کی جرأت دیکھ کر مجھے اتنا سخت لفظ استعمال کرنا پڑا ہے، نماز کے اوقات کے بیان میں انہوں نے پہلی یہ حدیث ذکر کی ہے (اور حوالہ دیا ہے سلم شریف کا)

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله الخ

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہو جائے تب ہوتا ہے، چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کو ہر زمانہ میں کچھ مؤخر کر کے پڑھنا چاہئے۔ سایہ ڈھلتے ہی ظہر کی نماز کا پڑھنا مناسب نہیں ہے اور اسی پر اخاف کا عمل ہے، چونکہ یہ حدیث غیر متقلدین کے مذہب کے خلاف ہے اور اخاف کے مذہب کی صریح دلیل ہے، اس وجہ سے مادیق صاحب نے اس حدیث کا من مانا ترجمہ اور مطلب بیان کر کے حدیث کا اصل مفہوم ہی سمجھ کر دیا، اب ذرا مادیق صاحب کا ترجمہ اور مطلب سنئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقت ظہر کا ہے جب آفتاب ڈھلے۔ اور (رہتا ہے اس وقت تک کہ)

ہوسایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر، جب تک نہ آئے وقت عصر کا۔ ۱۴۲

اہل علم غور فرمائیں۔ حدیث رسول کے الفاظ کیا ہیں، اور ان الفاظ کا مطلب کیا ہے، اور مصادق صاحب اس کا مطلب کیا بیان کر رہے ہیں، چشم فلک نے حدیث رسول کے ساتھ اتنی دلیری، جہالت اور تحریف کی کشتی کی مثالیں کم ہی دیکھی ہوں گی، اور اس جہالت و خیانت، بددیانتی اور بے ایمانی کے یا وجود کسی کو شوق ہو تو کہے کہ وہ رسول اکرم کی نماز نامی کتاب لکھے اور صادق صاحب جیسے لوگوں کو شوق ہو تو کہے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب لکھیں۔ بے حیاء باش و ہرچہ خواہی کن۔

میں دنیائے غیر مقلدیت سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ میں امانت و دیانت ہے تو صادق صاحب کے مطلب و معنی کو اس حدیث پاک کے الفاظ کی روشنی میں صحیح ثابت کریں، ورنہ اعلان کریں کہ صادق صاحب نے حدیث رسول پاک کا معنی و مطلب بیان کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے، اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کا پروگرام بنایا ہے۔

(۴۶)۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ اِذَا اشْتَدَ الْحَرُّ فَاجِدُوا بِالْصَّلَاةِ، یعنی جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، اس کا صاف مفہوم ہے کہ آدمی کو سخت گرمی کے زمانہ میں نماز اس وقت پڑھنا چاہئے جب آفتاب کی شدت کم ہو جائے اور دھوپ میں زوال کے وقت جیسی تیزی باقی نہ رہے۔ اور چونکہ غیر مقلدین کا عمل مسلم و بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے وہ شدت گرمی کے زمانہ میں بھی ظہر کی نماز اول وقت پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا مطلب بھی انٹ پیٹ کر کے بالکل غلط بیان کیا، فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ شدت گرمی میں سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو تھوڑی دیر کر لو۔ ۱۴۲

اللہ کے رسول تو فرمائیں کہ اتنی دیر کر کہ سورج کی تمازت کم ہو جائے دھوپ کی تیزی ماند پڑ جائے، وقت ٹھنڈا ہو، اور ہمارے صادق صاحب آبار و اجداد کا عمل غلط ثابت نہ ہو محض اس کی رعایت میں حدیث کا غلط بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تھوڑی سی دیر کر دینا یہی حدیث پر عمل کرنے والے اس زمانہ کے اہل حدیث۔

صادق صاحب کی بیعتی کا عالم یہ ہے کہ حدیث کا معنی و مطلب غلط بیان کر کے

اعلان ی کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ساری زندگی میں پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں۔ ص ۱۲
براہ کرم اس کی بحث میری کتاب، سیل الرسولؐ پر ایک نظر میں دیکھ لی جائے، مادیق
صاحب کے جھوٹ مزید عیاں ہو جائیں گے۔

(۴۳) مادیق صاحب نے ص ۱۲۶ میں سلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، اس میں
یہ جملہ بھی ہے۔ کینت انت اذا کانت علیک اموا عیمیتون الصلوٰۃ اولیٰ خرون
عن وقتھا۔ اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تیرا کیا حال ہوگا جس وقت ہوں گے تجھ پر امام جو
دیر کریں گے نماز کو یادیر کریں گے اس کے مختار وقت سے، ارادہ کا ترجمہ امام کیا ہے، اور
یمیتون کا ترجمہ دیر کریں گے کیا ہے، یہ ترجمہ مادیق صاحب کی جہالت کا پتہ دیتا ہے جب حدیث
میں یٰ خرون کا لفظ خود ہی آگے آ رہا ہے تو یمیتون کا ترجمہ دیر کرنا کیسے صحیح ہوگا، ارادہ کا ترجمہ
امام کرنا بھی مادیق صاحب کا اجتہاد ہے۔ اگر مادیق صاحب، فرمائیں کہ حدیث کا ترجمہ جو ہم نے
کیا ہے وہی ترجمہ شراح حدیث بھی کرتے ہیں، تو عرض کیا جائے گا کہ شراح حدیث کی تقلید
تو متلین کرتے ہیں آپ سے مجتہدین کی یہ شان نہیں ہے، آپ تو وہ ترجمہ کریں جو حدیث
کے الفاظ کا تقاضا ہے۔

(۴۴) مادیق صاحب نے ابو داؤد وغیرہ سے حضرت عبداللہ بن ابی، ۱۰۔ بات ذکر کی
ہے جس میں ہے کہ اذان کے کلمات آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو دو بار تھے چونکہ
غیر متلین کا اس پر عمل نہیں ہے، اس وجہ سے مادیق صاحب فراتے ہیں۔

یہ جو فرمایا کہ حضورؐ کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو تھے تو یہ تغلیباً فرمایا

یعنی اللہ اکبر شروع میں چار بار اور لا الہ الاہ فیہ میں ایک بار (ص ۱۵۵)

دیکھئے مادیق صاحب نے حدیث رسولؐ کی کسی تاویل کر دی جس بات کا حدیث میں
دور دور بھی ذکر نہیں ہے مادیق صاحب اس کو اپنی طرف سے گڑھتے ہیں اور دعویٰ کریں گے
کہ ہم لوگ ٹھیک ٹھیک حدیث پر عمل کرتے ہیں، کیا اس قسم کی تاویل کے حدیث پر ٹھیک
ٹھیک عمل کیا جا۔ اے ۹۔

(۳۵) اذان کا طریقہ اور مسائل کے عنوان کے تحت صادق صاحب نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں تین حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب نے ان کا ضعیف ہونا بیان نہیں کیا۔ (۱) ایک حدیث ذکر کی ہے کہ اذان پٹھر پٹھر کر کہو اور اقامت جلدی جلدی عبدالرؤف غیر مقلہ فرماتے ہیں یہ سخت ضعیف ہے۔

(۲) دوسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان کہنے والا با وضو ہو۔ عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ ”ضعیف ہے“

(۳) تیسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان دینے والا کانوں میں انگلیاں ڈالے۔

عبدالرؤف غیر مقلہ فرماتے ہیں کہ ”سخت ضعیف ہے“

صادق صاحب نے اسی طرح سے اپنی اس کتاب کو نہایت حدیثوں سے بھر رکھا ہے اور کہاں ہے کہ کہیں بھی بتلایا نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ جہاں سے صادق صاحب ان احادیث کو نقل کرتے ہیں بہت سی حدیثوں کے بارے میں وہاں تصریح ہوتی ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب صداقت سے کا لیتے ہوئے غامض رہتے ہیں۔ تاکہ ان کی کتاب پڑھنے والا سمجھے کہ صادق صاحب صحیح حدیثیں پیش کر رہے ہیں اس قدر دھوکا دینا ہے!

(۳۶) صادق صاحب نے منہ پر ثبوت کیا ہے کہ یکسر کبھی جواب دینا چاہئے اور اس بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، اس حدیث کے بارے میں عبدالرؤف غیر مقلہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”نہایت ضعیف روایت ہے“ انرا بکر غیر مقلہ بن حضرات فرمائی کہ کیا حقیقہ ہی کے لئے ضعیف روایتوں سے استدلال کرنا حرام ہے، یادہ اپنے بارے میں بھی کچھ کہیں گے؟

(۳۷) صادق صاحب نے اذان کے بعد کہنے کی تین دعائیں نقل کی ہیں، پھر فرماتے ہیں

کہ ”اگر اذان کے بعد تینوں ہی آپ پڑھ لیا کریں تو سبحان اللہ کیا ہی اچھی بات ہے“

صادق صاحب سبحان اللہ اور اچھی بات تو اس وقت ہوتی جب اللہ کے رسول سے ثابت

ہو تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تینوں دعائیں اکٹھی پڑھی ہیں، یا صحابہ کرام کا یہ عمل تھا؛ ورنہ تینوں دعائوں کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صحابہ کرام کے طریقہ کے خلاف ہوگا، جو کام آنحضور کے طریقہ کے خلاف، اور جس پر صحابہ کرام کا بھی عمل نہ رہا ہو، وہ سبحان اللہ اور اچھی بات ہوگی؟ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات گرٹھنا سب سے بڑی گڑبڑ ہے۔

(۴۸) صادق صاحب نے ص ۱۶۸ حدیث ذکر کی ہے کہ جواذان دے اسی کو تکبیر کہنے کا حق ہے اور نہیں بتلایا کہ وہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔

(۴۹) ”مساجد میں نمازوں کا حساب“ ص ۱۴۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت انہوں نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا ہے، غیر مقلد عبدالرؤف، صاحب فرماتے ہیں، ضعیف حدیث ہے۔ ذہبی نے اس کو منکر جدا کہا ہے یعنی بہت منکر حدیث ہے۔

(۵۰) ص ۱۴۲ میں، عنوان قائم کیا ہے ”مساجد بہشت کے باغ ہیں“ اس کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں ”ضعیف حدیث ہے“

(۵۱) ص ۱۴۶ پر عنوان قائم کیا ہے، مسجد کی خبر گیری کرنے والے کو ایمان کا سرٹیفکیٹ اور اس کے تحت حضرت ابوسعید خدری کی جو روایت ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا، عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں ”ضعیف حدیث ہے“

(۵۲) صادق صاحب فرماتے ہیں ”اور نیت کا زبان سے ادا کرنا نہ ہی رسول پاک کی سنت سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے“ ص ۱۸۲

اور صادق صاحب اس مسئلہ کو ایسا بیان کر رہے ہیں جیسے زبان سے نیت نہ کرنے پران کے پاس کوئی مخرج دیں ہے، اس مسئلہ میں صادق صاحب نے ابن قیم اور

ابن تیمیہ کی تقلید کی ہے، ورنہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی بات قطعاً ثابت نہیں ہے جس سے زبان سے نیت نہ کرنے پر استدلال کیا جاسکے۔ بہت سی چیزیں ^{نیت} میں ایسی ہیں جن کا اقلوق قلب سے ہوتا ہے زبان سے اس کا اقرار مزید پختگی کیلئے ہوتا ہے۔ جیسے اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھنا یہ اصلاً قلب کا فعل ہے مگر زبان سے بھی لا الہ الا اللہ کہنے سے مزید اس اعتقاد کی قوت کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح نماز کی نیتوں کا معاملہ ہے، نیت اصلاً قلب کا فعل ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنے سے قلب و زبان کی موافقت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ اصلاً محمود امر ہے، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ اس پر نکیر کرنا کوئی دین کی بات ہے، اس کتاب میں مہادق صاحب نے پیران پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے بہت جگہ استدلال کیا ہے، وہ ہی شیخ عبدالقادر جیلانی تراویح کے بیان میں فرماتے ہیں۔ وہی عشرون رکعتہ یحاسب عقب کل رکعتین ویسلم فضی خمس تودیحات کل اربعۃ منہا تودیحة وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التواویح المسنونة اذا کان فرداً اذا کان اعاماً او ماموماً، یعنی تراویح بیس رکعت ہے، ہر دو رکعت کے بعد میٹھے لگا اور سلام پھیرے گا، پس یہ پانچ تروتے کئے ہیں، ہر چار رکعت ایک ترویجہ ہوتا ہے، اور ہر دو رکعت میں یہ نیت کرے گا، میں دو رکعت سنون تراویح کی نیت کرتا ہوں۔ خواہ تنہا ہو خواہ مقتدی یا امام ہو۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۹۶) معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زبان سے نیت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

(۵۳) مہادق صاحب نے سید پرہاگہ بانہنے کی روایت صحیح ابن خزمیہ سے ذکر کی ہے۔ اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع کے قریب ہے، غیر معتدل عبدالرؤف صاحب اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس کی سندیں روع بن مسیب ہے، ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت اور مزید قاضی سے غیر محفوظ حدیث بیان کرتا ہے، اور ابن جان نے کہا

ہے کہ یہ متنوع روایات بیان کرتا ہے اس سے روایہ: "ایہا بنو نضر" نہیں،

(عملیۃ الرسول محقق)

معلوم نہیں: "ادق" صاحب نے مہلوۃ الرسول سکھانے کیلئے اس قسم کی روایتوں کا کیوں انتخاب کیا ہے۔

(۵۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں۔ (صفحہ ۱۹) اور اس کی دلیل میں جو حدیث پیش کی ہے، وہ یہ ہے۔ "صلوا کما رأتیتمونی" اصلی، یعنی اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔

اب "ادق" نے کوئی پوچھنے کہ آنحضریہ مردوں سے فرما رہے ہیں کہ عورتوں سے، "صلوا" کے مخاطب مرد ہیں کہ عورتیں تو پھر اس مردوں والے خطاب میں عورتوں کو شامل کرنا کہاں سے جائز ہے۔

غیر منقلہ خواب وحید الزاں حیدر آبادی نے اپنی متعدد کتابوں میں عورتوں اور مردوں کی نمازیں فرق کو بتلایا ہے، تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب: "بین الرسول پر ایک نثر" میں دیکھ لیں۔

(۵۵) صادق صاحب نے آئین زور سے کہنے پر بڑا زور لگایا ہے۔ ہم نے زہر پرچہ میں بھی اس پر غفلت گفتگو کی ہے ("یہا بنو نضر" سے سرفرازا عرض کرنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی مدینہ سے باہر نہیں رہے، پنجوقتہ نماز آپ سجدہ نبوی میں ادا کرتے تھے، اگر تا بعین دہا ہے کہ امام کا عمل آئین زور سے کہنے کا ہوتا تو سجدہ نبوی امام مالک کے زمانہ میں اس آئین سے ضرور گونجی ہوتی اور امام مالک کا مسلک زور سے آئین کہنے کا یقیناً ہوتا، مگر امام مالک کا مذہب آئین زور سے کہنے کا نہیں ہے بلکہ آئین سر اُٹھانے کا ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل سر آئین

کہنے کا تھا یا زور سے ، امام مالک کو نہ کہ نہیں تھے مدینہ کے تھے ، اور اہل الرائے سمجھا نہیں تھے بلکہ اہل حدیث تھے ، آخر انھوں نے کیوں سراً آئین کہنے کا مذہب اختیار کیا ، اسی ایک بات سے غیر مقلدوں کے دلائل کا اندازہ لگ جاتا ہے ۔

(۵۶) فتاویٰ صفات میں صادق نے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر طویل گفتگو کی ہے اس بارے میں جی کیا ہے اس کو جاننے کیلئے ہم ناظرین کے گذارش کریں کہ وہ ہماری کتاب غیر مقلدین کے لئے لکھنے والی یہ کامرور مطالعہ کریں نیز میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کے آخر میں بھی اس مسئلہ پر ایک طویل مضمون ہے اس کو دیکھ لیں انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلدین کا مذہب دلائل کے اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط نہیں ہے ، چونکہ غیر مقلدین کو خود علم اس کا شدید احساس ہے اس وجہ سے وہ احادیث رسول کو اپنے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ترجمہ میں خیانت سے کام لیتے ہیں ۔

جن احادیث میں صادق صاحب نے یہ حرکت کی ہے ہم اس کی نشاندہی کرتے ہیں ۔

(۵۷) حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت کا یہ ارشاد نقل کیا جس نے نماز بلا سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہیں ہے ، تو حضرت ابو ہریرہ سے کہا گیا کہ ، انا نکون وراء الامام ؟ قال ، نعم ! (قرآن مجید فی فضیلتہ) یعنی ہم امام کے پیچھے بھی ہوتے ہیں ؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ ایسے جی میں پڑھ لیا کرو ، لیکن صادق صاحب نے اپنی طبیعت سے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ” تم آہستہ سے پڑھ لیا کرو “ ہم آپ کہتے ہیں کہ اس کی بات سن کر میں نے اپنے جی میں کہا ، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آہستہ سے کہا ؟ جی میں کہنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے اسی طرح جی میں پڑھنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے ، دونوں کو ایک قرار دینا صاحب علم کا کام نہیں ہے ۔

(۵۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کا آخری حصہ یہ ہے ، ولیقراً احدکم بفاہمۃ الکتاب فی ذہبہ ۔ کچھ لوگوں نے آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرار دیا ۔

اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار کیا، پھر مذکورہ جملہ فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم میں کا کوئی اپنے جی میں سورہ فاتحہ پڑھ لے۔

اور صادق صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہئے چلے کہ ہر سورہ فاتحہ آہستہ سے پڑھ لیا کریں اور پھر مزید اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ ”یعنی سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو اور پھر خاموشی سے قرأت سنا کرو“

صادق صاحب نے لیقرا احمد حکم کا ترجمہ ہر ایک کیا ہے، جبکہ اس کا اصل ترجمہ ہے کوئی ایک یا تم میں کا کوئی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہوتا کہ ہر ایک سورہ فاتحہ پڑھے تو آپ یوں فرماتے۔ ولیقرا اعلیٰ احمد حکم

(۵۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم ہی جو صحیح سند سے ثابت ہو، امت کے لئے واجب العمل ہوتا ہے۔ ”ص ۲۰۰“

اس سلسلہ میں پہلے گزارش تو یہ ہے کہ اگر عمل کے لئے صحیح سند ہی والے حکم کا ہونا ضروری ہے تو پھر آپ نے اس کتاب میں پچاسوں ضعیف حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں، اگر آپ کو ان کا ضعیف ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ۔ بہالت ہے اور اگر ضعیف ہونا معلوم تھا تو بلا اس کا ضعف ظاہر کئے اس کا ذکر کرنا خیانت ہے۔

ثانیاً میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ کسی مسئلہ میں آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند والا ایک ہی حکم واجب العمل ہوتا ہے تو براہ کرم قرأت تلف الامام ہی کے بارے میں اس حدیث پر آپ عمل کر کے دکھائیے۔

(۱۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم فاقبضوا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا اكبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قرأ خیر المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين يحكم الله، (روایت جبریر عن قدامہ سلم شریف باب التشهد حدیث نمبر ۴۱۰۰ -)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفوں کو

سیدھا کر دیکھیں کہ اس کا کوئی شخص امامت کرے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کرو۔ جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المنفوب علیہم ولا انصار کہے تو تم آمین کہو، اس طرح کرنے سے اللہ تم سے محبت رکھے گا۔

یہ روایت مسلم شریف کی ہے، اور مسلم شریف کی روایتوں کے بارے میں غیر مسلم کے اکابر فرماتے ہیں کہ سب صحیح ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ دیکھو) اور یہ روایت قرآن کے اس ارشاد کے عین مطابق بھی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو۔ جس کے بارے میں ابن تیمیہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ نماز کے بارے میں ہے، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن پاک کا یہ ارشاد نماز کے بارے میں ہے، غرض مسلم شریف کی یہ روایت صحیح بھی ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے موافق بھی ہے مگر ایک غیر مقلد بھی اس صحیح اور قرآن سے موافقت رکھنے والی روایت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ہاں یہ قوالی صادق سیالکوٹی صاحب جیسے لوگ غرور گائیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم بھی عمل کے واجب ہونے کیلئے کافی ہے۔

ایک طرف تو یہ غیر مقلدین اہل حدیث ہونے کا دم بھریں گے اور محدثین سے محبت کا ڈھونگ پچائیں گے اور دوسری طرف محدثین کے عمل اور اسوہ اور ان کی تحقیق سے بڑی بے رخی سے منہ بھی موڑیں گے۔ اسی مسئلہ قرأت خلف الامام میں بڑے بڑے اہل حدیث کی غیر مقلدین نے مخالفت کی ہے۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد محدث کو خود اعتراف ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل قرأت خلف الامام کو واجب نہیں سمجھتے تھے اور ابن تیمیہ تو امام کے پیچھے جہز نمازیں مقتدی کے خاموش رہنے کو واجب جانتے تھے۔ پکارا۔ محدث ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے خاموش رہنا اور اس کی قرأت کو کان لگا کر

سننا واجب ہے۔ (۱)

(۱) اس مسئلہ پر مکمل بحث میری کتاب المذہب فکر اور مسائل غیر مقلدین اور مزہم کے شماروں میں موجود ہے، ناظرین ان کا ضرور مطالعہ کر لیں۔

ایک ایسا مسئلہ جس میں شروع ہی سے صحابہ کرام اور محدثین عظام اور اہل اسلام کی رائیں الگ الگ رہی ہیں اس کے بارے میں تشدد کا رویہ اختیار کرنا غیر مقلدین ہی جیسے لوگوں کا کام ہے یہ اس طرح کی باتیں کہہ کر کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، صحابہ کرام تابعین، فقہائے امت اور محدثین کی بابرکت جماعت کی ایک بڑی تعداد کی نماز کو باطل ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، جو لوگ اسلاف کے بارے میں اس طرح کی زبان درازی کریں ان کو خود اپنے بارہ میں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں۔

(۶۰) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ جب امام سید الشہداء نے حمد کہے تو مقتدی یہ کہیں رہنا لک الحمد حمد اکثر طیباً مبارکاً فیہ۔ ۲۲۲

صادق صاحب مقتدی کو یہ دعا پڑھنے کا اپنی طرف سے حکم کر رہے ہیں، ورنہ انھوں نے ارشاد مبارک بخاری و مسلم اور دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ مقتدی صرف ربنا لک الحمد یا ربنا دیک الحمد کہے، صحابہ کرام میں سے کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ امام کے سب سے الشہداء نے حمد کہنے پر یہ دعا پڑھتے تھے، صرف ایک صاحب کا ایک دفعہ کا واقعہ ہے، اور جو بات صرف ایک دفعہ ثابت ہو تو وہ عمل مستحسن نہیں ہوتا۔

(۶۱) صادق صاحب نے رفع یدین کے مسئلہ میں بہت زور دکھلایا ہے، اس بارے میں لزوم اور مسائل غیر مقلدین میں کافی لکھا جا چکا ہے، ناظرین ان کا مطالعہ کریں، معلوم نہیں کہ غیر مقلدین رفع یدین جیسے مسئلہ میں اتنا تشدد کیوں کرتے ہیں، جبکہ بقول حضرت میاں صاحب دہلوی رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہیں، اور احادیث سے دونوں ثابت ہیں (فتاویٰ تذریعہ) تو اب ایک سنت پر اصرار اور دوسری کا انکار معلوم نہیں کون سی دینداری کی بات ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بہت سے صحابہ و تابعین کے عمل تھا اور سفیان ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، اور یہی مذہب تمام اہل کوفہ کا تھا۔

(ترمذی ص ۵۹)

اور اگر امام بخاری کی بات غیر مقلدین مانیں تو انھوں نے جز۔ رفع یدین میں

میں مسجد تین یعنی دونوں مسجدوں کے درمیان والی بھی روایت ذکر کی ہے (جزء رفع یدین) غیر مقلدین اس پر بھی عمل کریں اور ہر ہر تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے اس پر بھی عمل کریں۔ جب رفع یدین کرنا ہے تو رفع یدین کی تمام روایات پر عمل کریں۔ ورنہ تمام صحیح حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ محض دعویٰ ہی ہوگا اور مقلدین اور عمل بالمحدیث کے مدعیوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

(۶۲) صادق صاحب نے ص ۲۳۲ میں امام مالک کا مذہب بھی رفع یدین کرنا بتلایا ہے، جو غیر تحقیقی بات ہے، مالکیہ کی فقہی کتابوں میں اس کے خلاف لکھا ہے۔ میں نے رزم میں اس کو ظاہر کر دیا ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں تو صاف لکھا ہے۔

المالکیۃ قالوا رفع الیدین حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام مندوب
وفیما عدا ذلک مکروہ - ۲۵۱

یعنی مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تو شانوں تک رفع یدین مندوب ہے، لیکن اس کے سوا مکروہ ہے۔

(۶۳) صادق صاحب ص ۲۴۲ میں فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔ اگر صادق صاحب سچے ہیں کہ بلا رفع یدین کے نماز میں نقصان ہے تو اس بارے میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نص صریح پیش کریں، ورنہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا صریح گمراہی ہے، اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نص صریح نہ پیش کر سکیں تو کسی مہاجری سے اپنی اس بات کو ثابت کر دکھائیں، یا بتلائیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کس کا یہ قول ہے کہ بلا رفع یدین نماز ناقص ہوتی ہے۔ غیر مقلدین نے نماز کے مسائل کو اپنے گھر کا مسئلہ بنا لیا ہے کیا؟

(۶۴) صادق صاحب ص ۲۶۸ میں تشہد میں انگلی کس طرح اور کب اٹھانی چاہئے، اس کے بیان میں فرماتے ہیں:

”رسول پاک کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے التحیات میں انگلی

اٹھائیں اس طرح کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچیں تو اپنے انگوٹھے کو درمیان انگلی کے بیچ میں رکھ کر حلقہ بنا کر انگشت شہادت کو اس شہد کہتے ہی اٹھائیں۔
 حصہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ حضور جب نمازیں بیٹھتے تو انگشت شہادت سے کئے ہوئے یعنی روع التیمات سے اخیر تک اشارہ کئے رہتے۔

ناظرین غور فرمائیں اوپر والی بات کچھ ہے اور یہاں کچھ کہا جا رہا ہے، ابھی یہ بیچارے بتائے تشہدیں انگلی کب اٹھائی جائے اسی میں پریشان ہیں، اور دعویٰ ہے کہ وہ دوسروں کو رسول اکرم کی نماز سکھائیں گے۔

(۶۵) حصہ ۲ پر صادق صاحب فرماتے ہیں، بائیں جانب کو لہے پر بیٹھنا تورک کہلا-۱ ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قدم میں ضرور تورک کرنا چاہئے۔

یہ تو صادق صاحب کا فرمان ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر کے ماہی جرادے حضرت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انما سنة الصلوة ان تنصب رجلك اليمنى وتشتي اليسرى (بخاری ص ۱۱۱) یعنی نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنا داہنا پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں موڑ کر کے بیٹھو۔

بعض روایات میں صراحتہ تورک یعنی تشہد میں سرین پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً حضرت انس کی روایت مجمع الزوائد میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الالقاع والتورث في الصلوة (ص ۸۶) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں القاع اور تورک سے منع کیا ہے۔ القاع اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر رکھ کر دونوں پاؤں کھڑا کر لیا جائے۔ اور تورک سرین کو زمین سے ٹیک کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

صادق صاحب کی صداقت کا کمال یہ ہے کہ صرف اپنے مطلب والی روایات وہ نقل کرتے ہیں حالانکہ اہل حدیث ہونے کا تعاضیہ تھا کہ وہ احادیث میں مذکور نماز کے تمام طریقوں کو سنت بتلائیں۔ مگر یہ تو پیر دی اپنی کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں، صلوة الرسول نام محض دھوکہ کار کھا ہے۔

(۶۶) صادق صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی نماز کا تمام ہونا تکبیر کہنے کے ساتھ پہچان لیتا تھا، پھر فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہئے (ص ۲۹۳)

صادق صاحب نے معلوم نہیں مقتدیوں کے لئے کیسے یہ حکم جاری کر دیا، جبکہ یہ حکم زیادہ سے زیادہ امام کے لئے بتلانا چاہئے تھا، کیا کسی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی ہو کر کبھی بلند آواز سے نماز ختم ہونے پر اللہ اکبر کہتے تھے؟ یا یہ صحابہ کرام کا یہ معمول تھا؟ ذرا صادق صاحب وہ حدیث تو پیش کریں جس میں اس کا ذکر ہو کہ صحابہ کرام کبھی نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ دین میں اپنی طرف سے مسئلہ گڑھنا اہم حدیث مذہب میں کب سے جائز ہو گیا ہے؟

(۶۷) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔ (ص ۲۱۱)

یہ صادق صاحب کی پرانی تحقیق ہے، آج کل کے اہل سنت و ابن باز یوں، غیر مقلدوں و سلفیوں کی تحقیق جدید یہ ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور خلاف سنت ہے۔

(۶۸) صادق صاحب نے وتر کے بیان میں فرمایا ہے کہ وتر کی رکعتیں ایک سے نو تک ہیں۔ مگر ہمیں کوئی غیر مقلد پانچ سات اور نو وتر پڑھتا نظر نہیں آتا، غیر مقلدین کو چاہئے کہ اس سنت کو بھی زندہ کریں، رفع یدین اور آئین بالجہر والی سنت کم از کم ان کی مساجد میں زندہ ہے، مگر پانچ سات، اور نو وتر پڑھنے والی سنت ان کی مساجد میں بھی مردہ ہے، تو اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے ان کو میدان میں اتر آنا چاہئے اور دو ایک رسالہ اس بارے میں بھی صادق صاحب جیسے لوگوں کو تحریر کرنا چاہئے۔

(۶۹) صادق صاحب نے نماز تراویح کا بیان بھی کیا ہے اور آٹھ رکعت تراویح کا غیر مقلدانہ نغمہ الا یہ ہے اور یہ کہ تہجد اور تراویح کی نماز ایک ہی ہے، مگر تراویح کی نماز وتر کے ساتھ مل کر کتنی رکعتیں سنوں ہیں اس کا تفصیلی بیان صادق صاحب نے نہیں کیا اور نہ یہ بتلایا کہ نو رکعت وتر سنوں کے ساتھ کے رکعت تراویح پڑھی جائے گی، امید ہے کہ

کوئی دوسرا غیر مقلد اس مسئلہ کو حل کرے گا تراویح کے بارے میں صادق ثابت بیان اتنا الجھا ہوا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے نزدیک وتر کے ساتھ تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں۔

صادق صاحب نے تراویح کے بیان میں ایک دلچسپ بات یہ فرمائی ہے۔

”نبی رحمت نے رات کی نماز تہجد کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسان پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی غیند سوئیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔“

سارے ائمہ والے رمضان شریف کی راتوں میں اٹھ کر یاد کریں، فوائداں اور تہجدیں وقت گزاریں۔ اور صادق صاحب کا وعظ یہ ہے کہ تم لوگ رمضان کی بابرکت راتوں میں نیند کا مزہ لو آرام کرو۔

ناظرین کرام سے میں گزارش کروں گا کہ تراویح کے مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے احقر کا مضمون جو زمر کے شمارہ نمبر ۱۲۲ جلد نمبر ۱۲ میں شائع ہوا ہے اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۷۰) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو بھی سنت بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں: یکسر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

بھوپالی نواب صاحب سورہ فاتحہ کو واجب اور فرض بتلاتے ہیں، اور بلا اس کے

نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔ (بہار الاہلۃ: ۱۲۱) فتاویٰ علمائے اہل حدیث میں بھی یہی

لکھا ہے (ج ۱۸۵) اور غیر مقلدین کے مقتدی ویشوئی ابن تیم فرماتے ہیں کہ صحیح سند سے یہ ثابت

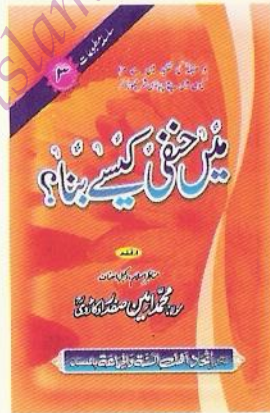
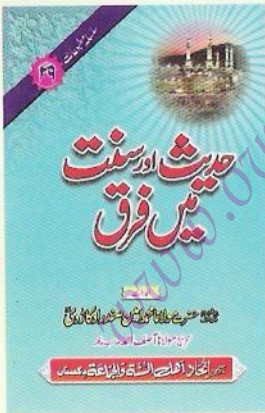
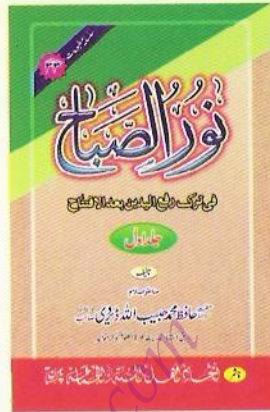
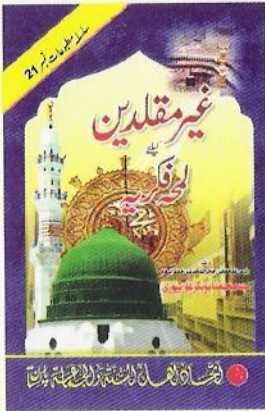
نہیں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اور فرماتے ہیں

کہ جنازہ میں مقصود میت کے لئے دعا کرنا ہو، تسبیح نہ کہ قرآن کا پڑھنا۔ (زاد المعاد)

اس مسئلہ کی پوری بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں موجود ہے وہاں

دیکھ لیا جائے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا مذہب ابھی خود ہی واضح نہیں ہے تو یہ بیچارے دیکھو



قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

تافلمرق

کے خریداری نمبر!

موبائل 0307-8156847

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا فون 048-3881487

موبائل 0307-8156847